## ستائیسواں باب

# جدِّ اعلیٰ، آدمِ ثانی نوح علیہ السلام کی دعوت


۱۹۷ ساڑھے نو سو سال تک دعوت و تبلیغ کا نتیجہ خود نوح علیہ السلام کی زبانی

۱۹۹ وَدّ، سُواع، یَغُوث، یَعُوق، اور نَسر

۲۰۰ بد دعا: ڈوبتے اور مرتے ہوئے مشرکین کے لیے نوح علیہ السلام کی بد دعا

ستائیسواں باب

# جدِّ اعلیٰ، آدمِ ثانی نوح علیہ السلام کی دعوت

مشرکینِ مکہ کے سامنے ایک مہم کی شکل میں بات پیش کرتے ہوئے اب ڈیڑھ سال سے زاید کا عرصہ گزر چکا ہے۔ ویسے تو ساڑھے چار سال ہو چکے ہیں، لیکن پہلے تین سال یہ کام ایک مہم کی شکل میں نہیں کیا گیا تھا، نہ حرم میں تقریر کی گئی تھی نہ با آواز بلند تلاوت کی گئی تھی اور نہ ہی شہر کے رئیسوں اور قبیلے کے سرداروں کو مخاطب کیا گیا تھا۔ مگر اب تو بات گلی گلی، کوچے کوچے عام ہو چلی ہے، گذشتہ حج کے موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری طاقت وصلاحیت کے ساتھ سارے عرب سے آئے ہوئے حجاج کے سامنے بات رکھ دی تھی۔ روح الامین اللہ کے حکم سے ماضی میں گزرے ایک نبی کی دعوت کی تفصیلات اُس کی قوم کی رو گردانی اور پھر اُس کے مبتلائے عذاب ہونے کا پورا قصہ سورہ نوح میں لے کر تشریف لاتے ہیں۔ اس قصہ کو سنا کر مومنین کو یہ سمجھانا مقصود ہے کہ تبلیغ و دعوت کا کام تو صبر آزما ہوتا ہے اور مشرکینِ مکہ کو یہ بتانا مطلوب ہے کہ تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ویسا ہی سلوک کر رہے ہو جو نوحؑ کے ساتھ ان کی قوم نے کیا تھا، اس نادانی سے اگر تم باز نہ آئے تو کہیں تمھیں بھی وہی انجام نہ دیکھنا پڑ جائے جو قومِ نوح نے دیکھا۔

## ۵۰: سُوْرَةُ نُوْح [۱– ۲۹: تَبٰرَكَ الَّذِیْ]

### اللہ نے چاہا کہ عذاب سے قبل قوم نوح کو ڈرائیں تا کہ حجت پوری ہو جائے

قومِ نوح کے شرکیہ عقاید کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ ان کو عذاب سے ملیا میٹ کر دیا جائے مگر اتمامِ حجت کے لیے اللہ نے چاہا کہ عذاب سے قبل لوگوں کو اللہ کے غضب اور قیامت کے عذاب اور اُس سے قبل دنیا میں آنے والے عذاب سے ڈرایا جائے تا کہ حجت پوری ہو جائے۔ یہی اللہ کی سنت ہے جس کے تحت اللہ کے رسول مختلف قوموں کی طرف بھیجے جاتے رہے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہم نے نوحؑ کو اس کی قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجا تا کہ وہ لوگوں کو ہوشیار کر

دے،اس سے قبل کے کہ اُن پر ایک دردناک عذاب آئے۔............... [مفہوم آیت نمبر ۱]

نبیوں کا مطالبہ: اللہ کی بندگی کرو، اُسی سے ڈرو اور میری اطاعت کرو

اگلی تین آیات میں مختصراً یہ بتایا گیا ہے کہ نوحؑ نے اپنی دعوت کے آغاز میں اپنی قوم کے سامنے کیا بات کس انداز سے پیش کی۔ اُن کی دعوت کا یہ جُز کہ میری اطاعت کرو ان کی قوم کے سرداروں پر بہت بھاری تھا، بہت سارے معبودوں کی پوجا پاٹ چھوڑ کر ایک اللہ کی عبادت پر راضی ہو جانا تو اتنا مشکل نہ تھا جتنا یہ تسلیم کرنا کہ اللہ کے نمایندے کی حیثیت سے اب قوم تمام لیڈرانِ گرامی کو چھوڑ کر اللہ کے نبی کو اپنا لیڈر تسلیم کرلے اور تمام معاملات زندگی میں اپنے جیسے ایک انسان کی بلا چون وچرا اطاعت کرے کہ وہ انسانوں کے اور اس ساری کائنات کے خالق کا مقرر کردہ نمائندہ ہے۔ ان آیات میں یہ بھی بتایا جارہا ہے کہ ہر قوم و تہذیب کے لیے تباہ و برباد ہونے کا تاریخ کی گزرگاہ میں ایک مقررہ وقت ہے۔

قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۲ اس نے کہا: اے میری قوم کے لوگو، میں اللہ کی جانب سے تمھارے لیے ایک کھلا ڈرانے والا پیغام لے کر آیا ہوں۔ تم کو آگاہ کرتا ہوں کہ اللہ کی بندگی کرو، اُسی سے ڈرو اور زندگی کے معاملات میں میرا حکم مانو، اگر تم ایسا کروگے تو اللہ تمھارے گناہوں کو معاف فرمائے گا اور تمھیں ایک وقتِ مقرر تک ترقی و شادمانی کی مہلت عطا کرے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ سزا و عذاب کے لیے اللہ کا مقرر کیا ہوا وقت جب آجاتا ہے تو کسی طور ٹالے نہیں ٹلتا! کاش تم سمجھو۔ ...[مفہوم آیات ۲-۴]

## ساڑھے نو سو سال تک دعوت و تبلیغ کا نتیجہ خود نوحؑ کی زبانی

ساڑھے نو سو سال تک دعوت و تبلیغ کے بعد نوحؑ اپنے رب کے سامنے عرض کرتے ہیں کہ اُنھوں نے اپنی قوم کو راہ راست پر لانے کی طرح طرح سے کوششیں کیں مگر قوم نے ہٹ دھرمی دکھائی اور بات مان کر نہ دی، قرآن نوحؑ ہی کی زبان سے یہ روداد اس طرح سناتا ہے کہ وہ پہلے بتاتے ہیں کہ اُنھوں نے کیا دعوت دی پھر قوم کے لوگوں نے جواباً کیا رویہ اختیار کیا اور پھر آخر کار وہ اپنی سوز و نصیحت و حکمت سے بھرپور اپنی نسبتاً طویل گفتگو دہراتے ہیں جو انھوں نے قوم کے سامنے کی،

یہ گفتگو اہلِ مکہ کے سامنے اللہ کے ایک نبی کی دعوت کا عمدہ نمونہ ہے، نبیوں کی تقریریں اور گفتگوئیں لمبی چوڑی نہیں ہوتی ہیں، وہ انتہائی جامع اور حکمت سے بھرپور ہوتی ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ نے حکمت ودانائی کے ساتھ ادب کے اس شہ پارے کو اپنی کتاب میں شامل کر دیا [کہ جس کا اصل لطف صرف قرآن میں تلاوت کے علاوہ کسی اور طور حاصل نہیں کیا جاسکتا]

نوح نے اپنے رب سے دعا کی کہ اے میرے ربّ، میں نے اپنی قوم کے لوگوں کو طویل عرصے دن رات پکارا لیکن میری پُکار نے اُن کی نافرمانی اور نیکی کے خلاف طغیانی ہی میں اضافہ کیا۔ اور میں نے جب بھی اُن کو توبہ کرنے کے لیے بلایا تاکہ تُو انھیں معاف کر دے توانھوں نے کانوں میں اپنی اُنگلیاں ٹھونس لیں اور اپنی چادروں سے منہ ڈھانک لیے کیوں کہ وہ تو کچھ سننا ہی نہ چاہتے تھے، وہ اپنی ضد پر اَڑ گئے اور بڑا تکبّر کیا۔ میں ان کو ڈنکے کی چوٹ تیری جانب دعوت دیتا رہا۔ میں نے اعلانیہ بھی اور چپکے چپکے بھی سمجھایا، میں کہتا تھا کہ اپنے رب سے اپنے گناہوں کی معافی مانگو، بے شک وہ بڑا درگزر کرنے والا ہے، وہ تم پر آسمان سے بارانِ رحمت برسائے گا، تمھیں مال اور اولاد سے ترقی وشادمانی کی راہ پر گام زن رکھے گا، تمھارے لیے سرسبز باغ اُگائے گا اور تمھارے لیے زرخیزی کی ضامن نہریں جاری کردے گا۔ تمھیں کیا ہو گیا ہے کہ ہر کسی کے وقار کا تو بہت خیال کرتے ہو اگر نہیں تو اللہ کے لیے کسی وقار کا خیال نہیں کرتے؟ حالاں کہ اللہ ماں کے پیٹ میں اور پھر اس زمین پر تمھیں خلقت کے مختلف مراحل سے گزارتا ہے اور تمھاری شکلیں مختلف مراحل میں نوع بہ نوع بناتا ہے۔ کیا دیکھتے نہیں ہو کہ اللہ نے کس طرح سات آسمان تہ بہ تہ بنائے اور اُن میں چاند کو ٹھنڈی روشنی والا اور سُورج کو زندگی بخش چراغ بنا دیا؟ اور اللہ نے تم کو زمین سے خاص اہتمام سے اگایا، پھر وہ تمھیں اِسی مٹی میں واپس لے جائے گا اور پھر ایک دن یکایک تم کو نکال کھڑا کرے گا۔ اور اللہ ہی نے زمین کو تمھارے لیے ہم وار کر دیا تاکہ تم اس کے سینے پر بہ آسانی چلو۔............................................ [مفہوم آیات ۵-۲۰]

داعی کو صابر ہونا ضروری ہے مگر مدعوئین کی ذہنی واخلاقی کیفیت کا صحیح اندازہ ضرور ہونا چاہیے

نوحؑ اپنی دعوت اور قوم کی جانب سے ناقدری کی سرگزشت کے بعد اپنے رب سے التجا کرتے ہیں کہ یہ لوگ میری بات مان کر نہیں دیتے اور آنکھیں بند کر کے اپنے نادان، فریب کار اور مکار

لیڈروں کے پیچھے چلتے ہیں جنھوں نے مکر کا بہت بڑا جال پھیلا رکھا ہے، اب وقت آ گیا ہے کہ ان لوگوں کو گم راہی میں مست رہنے دیا جائے اور ان سے کوئی خیر خواہی نہ کی جائے۔ داعی کا صابر ہونا ضروری ہے مگر مدعوئین کی ذہنی و اخلاقی کیفیت کا صحیح اندازہ ضرور ہونا چاہیے۔ یونسؑ اپنے رب کی اجازت کے بغیر نکل گئے وگرنہ اُن کی قوم پر عذاب تو آنا تھا اور اُس کا انھیں صحیح اندازہ تھا، اسی طرح موسیٰؑ بنی اسرائیل سے نالاں تھے اور انھوں نے اُن سے جدائی کی دعا کی اور اللہ نے اُن کو اِن بدبختوں کے درمیان سے موت دے کر اُٹھا لیا اور بنی اسرائیل کو چالیس سال صحرا میں گھماتا رہا۔ عیسیٰؑ قوم کے لیڈروں اور سوسائٹی کے تمام بہتر طبقات سے مایوس ہو کر مچھیروں کے پاس پہنچے اور کہا آؤ میں تمھیں مچھلیوں کے بجائے انسانوں کو شکار کرنا سکھاؤں۔ الغرض تمام انبیا کی داستانیں اُن کی قوموں کی ناقدری کی داستانوں کے ساتھ نبیوں کی دانائی اور فراست کی دلیل بھی ہیں کہ وہ اپنی قوم کی نفسیات کو اور اُس کی قبولِ حق کی صلاحیت کو جاننے اور ناپنے میں کوتاہی نہیں کرتے۔ قرآن نوحؑ کی زبانی دعوت و تبلیغ کے ردِّ عمل میں اُن کی قوم کے اور قوم کے لیڈروں کے رویے کی روداد سناتا ہے۔ کمال کی بات یہ ہے کہ ہزاروں سال قبل جو انسانوں کی نفسیات تھی اور جو ان کے لیڈروں کا حال تھا، وہی حال مکہ والوں اور سردارانِ قریش کا تھا، مزے کی بات یہ کہ آج تک اُس میں بال برابر فرق نہیں آیا۔

نُوحؑ نے کہا: اے میرے رب، اُنھوں نے تو میری دعوت کو یک سر ٹھکرا دیا اور اپنے پسندیدہ و منتخب بڑے بڑے لیڈروں کی پیروی کی جو مال اور اولاد پا کر ناشکرے، متکبر اور زیادہ ہی نامراد ہو گئے ہیں۔ اِن بڑے بڑے چودھریوں نے مکر و فراڈ کا بڑا زبردست جال پھیلا رکھا ہے۔ اِن لیڈران نے کہا کہ اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑو، اور نہ چھوڑو وَدّ کو اور سُواع کو، اور نہ یَغُوث اور نہ یَعُوق اور نہ ہی نَسر کو۔ انھوں نے بہت لوگوں کو گم راہ کیا ہے، اور تُو بھی اِن ظالموں کو گم راہی کے سوا کسی چیز میں ترقی نہ دے۔

............................................ [مفہوم آیات ۲۱-۲۴]

وَدّ، سُواع، یَغُوث، یَعُوق، اور نَسر گزرے ہوئے اللہ والے تھے، جن کے مجسمے بنا کر نوحؑ کی قوم اُن کے آگے دعائیں مانگتی، اُن کو سجدے کرتی اور اُن کے تھی اور بعد میں اہلِ عرب نے بھی ان کو معبود بنا لیا تھا۔ ساڑھے نو سو سال صبر کے ساتھ دعوت و تبلیغ کا فریضہ انجام دینے کے بعد نوحؑ کی طرف سے اللہ کی جناب میں یہ بددعا ایک انتہائی معقول اور مدبرانہ مطالبہ تھا، اب اس قوم کے راہ

راست پر آنے کا کوئی امکان باقی نہیں تھا۔ چناں چہ دعا مقبول ہوئی اور اللہ تعالٰی نے اِس قوم پر اپنا قہر توڑ دیا۔ مِمَّا خَطِيْٓـــٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا ڏ فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا ۝ اپنی خطاؤں کی بنا پر ہی وہ غرق کیے گئے اور آگ میں جھونک دیے گئے، پھر انھوں نے اپنے لیے اللہ کی پکڑ سے بچانے والا کوئی مدد گار نہ پایا۔ یہ قصہ نبی ﷺ کے زمانے میں جاہلیت کے اماموں کے لیے لمحہ فکریہ مہیا کرتا تھا اور ہر زمانے میں اسے جاہلیت کے علم برداروں کے سامنے ضرور رکھنا چاہیے، اللہ جو تبلیغِ دین کا اور اقامتِ دین کا طریقہ بتاتا ہے وہ سارے خود ساختہ اور ایجاد کردہ طریقوں سے بہتر ہے۔

## بددعا: ڈوبتے اور مرتے ہوئے مشرکین کے لیے نوحؑ کی بددعا

اور اب نوحؑ کی زبانِ مبارک سے آنکھوں کو نم اور دلوں کو رقیق کر دینے والی وہ دردمندانہ دعا ہے جو انھوں نے عین نزولِ عذاب کے وقت اپنے رب سے مانگی تھی۔ مشرکین مکہ سوچیں کیا وہ بھی یہی چاہتے ہیں کہ اُن کی بے رخی اور محمد ﷺ کی ناقدری سے ایک دن وہ بھی اِسی طرح کے انجام سے دوچار ہوں اور اللہ نہ کرے کہ وہ وقت آجائے کہ نبی ﷺ بھی اُن کی بربادی اور تباہی کے لیے اسی طرح دعائیں کریں۔ [اللہ کا شکر ہے کہ ایسا وقت نہیں آیا اور مکہ فتح ہو گیا]

اور نُوحؑ نے کہا: اے میرے ربّ، اِن کافروں میں سے کوئی ایک بھی زمین پر زندہ نہ رہنے پائے۔ اگر تُو نے اِن کو چھوڑ دیا تو یہ تیرے اور بندوں کو بھی گم راہ کریں گے اور اِن کی نسل سے جو بھی پیدا ہو گا بدکار، نافرمان اور تیرا باغی ہو گا۔ میرے رب، مجھے اور میرے والدین کو اور ہر اس شخص کو جو میرے گھر میں مومن کی حیثیت سے داخل ہوا ہے، اور سب مومن مردوں اور عورتوں کو معاف فرما دے، اور مشرک ظالموں کے لیے ہلاکت کے سوا کسی اور چیز میں اضافہ نہ کر۔..... [مفہوم آیات ۲۵-۲۸]

☆☆☆☆☆